اپنی نسبت کچھ

الحکم کا پچھلا نمبر ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو نکلا تھا۔ اور وہ نمبر بھی ایک ماہ کے وقفے کے بعد نکلا تھا اس وقت میں نے حسب ذیل نوٹ لکھا تھا:-

الحکم کا یہ نمبر ایک ماہ بعد نکل رہا ہے

"الحکم کا یہ نمبر بھی ایک ماہ کے وقفے کے بعد نکلا ہے۔ اس کی وجہ قطعاً میری کوتاہی نہیں ہے میں اگلے نمبر میں الحکم کی مکمل حالت لکھکر شائع کر دینی چاہتا ہوں۔ اور الحکم کے متعلق اگر کسی کے دل میں درد ہو۔ تو اس دردمند سے دریافت کروں گا۔ کہ ان حالات میں کیا الحکم جاری رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور میں ان لوگوں سے جو چاہتے ہیں۔ کہ سلسلہ کا ایک پرانا اخبار جاری رہے۔ ایک اپیل کروں گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی میری کسی نے نہ سنی۔ تو میں اس سال کے جوبلی نمبر تک بہرحالت میں اس سلسلہ کو جاری رکھوں گا۔ اور اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ وقت خود بتا دیگا

اگلے نمبر کا انتظار کیجئے"

اس نوٹ کے لکھنے کے بعد مجھے پھر ایسے حالات میں سے گذرنا پڑا۔ کہ جولائی اور اگست کا کوئی پرچہ نکالنا بھی میرے لئے ممکن نہ رہا۔ الحکم کے جس قدر وی پی گئے۔ وہ الا ماشاء اللہ سب واپس ہوئے بلکہ ٹکٹوں کی رقم بھی واپس نہ آسکی۔ اس حالت میں جب کہ اخبار نکالنے کا سامان قطعی مفقود ہو جائے اخبار نکالنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

میری حالت بڑی نازک ہے

میں اگر وقت پر اخبار نہیں نکالتا۔ تو خریداروں کے نزدیک مورد الزام ہوں۔ اور اس الزام لگانے میں دو قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ یعنی قیمت دینے والے اور نہ دینے والے۔ قیمت دینے والوں کا تو حق ہوتا ہے۔ کہ وہ اعتراض کریں۔ مگر نہ دینے والے حضرات کا قدم اس معاملہ میں بہت تیز اٹھتا ہے۔ اور ان کی آواز سب سے بلند ہوتی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ جناب یہ الحکم والے تو کبھی ایک پرچہ بھی پابندی سے نہیں نکال سکتے۔ اور ایسے لوگ کبھی یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ ہم الحکم کا وی پی پانچ پانچ۔ چھ چھ مرتبہ واپس کرتے ہیں۔ اور قیمت ادا نہیں کرتے۔ جتنے پرچے ہم لیتے ہیں مفت لیتے ہیں۔ ہم کو کیا حق ہے۔ کہ اس قسم کا اعتراض کریں۔ مگر وہ نہایت بے پرواہی سے اپنے دوستوں کی مجلسوں میں بیٹھکر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اب اصولاً یہ بات درست ہے۔ کہ اخبار میں باقاعدگی ہونی چاہیئے۔ اور اسے وقت کا پابند ہونا چاہیئے۔

مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی تو اصول ہے۔ کہ خریداروں کو اخبار کی قیمت ادا کرنی چاہیئے۔ اور اگر وہ قیمت ادا نہیں کرتے۔ تو وہ اخبار کو اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ اخبار کا مالک و ایڈیٹر اگر خاموشی اختیار کرتا ہے۔ تو سب الزام اپنے اوپر لیتا۔ اور یہ بات بھی خطرناک ہے۔ اور اگر ایسے خریداروں کی حقیقت بیان کرتا ہے۔ تو وہ اپنے خریداروں کی ہتک کا موجب ہوتا ہے۔ اگر الحکم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اخبار نہ ہوتا۔ اور ایک عام اخبار ہوتا تو بے شک میں اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔ مگر میں ان بزرگوں کی نسبت زبان پر شکوہ بھی نہیں لا سکتا۔ جنہوں نے الحکم کے خزانے سے میٹے عرفان کے خم کے خم پیئے۔ اور سرشار ہوئے اور جب دام دینے کا وقت آیا۔ تو انہوں نے ہوشیاری سے کام لینا چاہا۔

میں اس کا ذکر کن الفاظ سے کروں۔ کیا ایسا شکوہ مجھے کسی جرم کا مرتکب تو نہیں بنا دیگا۔ کیا میری ایسی تحریر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع تو نہیں بہم پہنچا رہے گی۔ یہی وہ خیالات ہیں۔ جو میرے دماغ میں موجزن ہوتے رہتے ہیں۔ اور میری قلم کو روک دیتے ہیں۔ اور میں لکھنے سے رہ جاتا ہوں۔ دل میں درد اٹھتا ہے۔ ٹیس پڑتی ہے۔ مگر میں آہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ یہ میرے محترم بھائیوں کی عزت کا سوال نہیں۔ بلکہ ایسے نادہندوں کی وجہ سے جماعت پر اعتراض کرنے والوں کو ایسے موقع میسر آجائیں گے۔ جن کی مجھے تلاش نہیں۔

الحکم ایک زمانہ میں قبل بھی اسی طرح مشکلات کا شکار تھا۔ اس کی اس حالت کو دیکھکر ایک دشمن سلسلہ نے لکھا۔ کہ

الحکم پر بجلی گری

اسی طرح اس قسم کی حالت پر بعض اوقات آریہ سماج کے اخبارات نے مسرت کا اظہار کیا

ابھی پچھلے دنوں جبکہ میں نے الحکم کے سیرت نمبر کی طرف جماعت کی عدم توجہی کا ذکر کیا۔ تو لاہور کے پیغام کو جماعت پر آوازے کسنے کا موقع میسر آگیا۔ اور میں اس حالت پر بھی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

پس

میں کس قدر تکلیف میں ہوں۔ میری حالت کتنی نازک ہے۔ کہ اگر میں احباب کے اعتراضوں پر خاموشی اختیار کروں۔ تو خود کو ملزم بنالوں۔ اور اگر ان کی تردید کروں تو اپنے احباب ہی نہیں۔ بلکہ دشمنوں کو سلسلہ پر بھی ہنسنے کا موقع بہم پہنچانے کا باعث بنتا ہوں۔

اگرچہ میں جانتا ہوں

کہ سلسلہ میں ایسے لوگ چند ہیں۔ مگر جو بھی اس قسم کی نادہندگی کی مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے فعل سے نہ صرف سلسلہ کی بدنامی کا باعث ہیں بلکہ وہ سلسلہ کے ایک قدیم خدمت گذار اخبار کے خاتمے کا بھی اہتمام کر رہے ہیں۔ اگر الحکم کی

نتظامی اور بدمعاملگی سلسلہ کے وقار کے لئے
ں افسوس ہے۔ تو کیا جاننے والے یہ نہیں جانتے
خبار روپیہ کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اور روپیہ
یداران ہی سے ملا کرتا ہے۔ اس لئے اصل
ت یہی ہے۔ کہ خریدار روپیہ ادا نہیں کرتے۔
ر اس طرح سب ذمہ واری ان پر ہی جا پڑتی
ہے ٭

میں بعض ایسے ایسے لوگوں کے نام لے
سکتا ہوں۔ جو مال و دولت سے وافر حصہ رکھتے
ہیں۔ مگر انہوں نے سالہا سال قیمت ادا نہیں
کی۔ مانگنے پر بھی ادا نہیں کی۔ ایسے لوگ ہی الحکم
کے لئے موت کے فرشتے بن رہے ہیں۔ جہاں اس قسم
کے لوگ ہیں۔ وہاں ایسے مہربان بھی ہیں۔ جنہوں
نے الحکم کی سرپرستی سے کبھی گریز نہیں کیا۔ ایسے
لوگ نہ میرے مخاطب ہیں۔ اور نہ میری مراد۔ میں نے
پہلے دو سو کے قریب ایسے خریداروں کے نام اخبار
بند کیا۔ مگر پھر بھی ایک جماعت ایسے لوگوں کی رہ
گئی۔ جن سے کسی طرح روپیہ وصول نہیں کر سکتا۔
اور وہ اپنے دل میں قطعاً اس کی ندامت محسوس
نہیں کرتے۔

میرا دل چاہتا تھا۔ کہ میں ایسے نادہندوں
کے حالات ایک مضمون میں کھول کر لکھ دوں۔ اور
جس طرح انہوں نے میری مشکلات کو اتنا وسیع
کر دیا ہے۔ کہ میری قوت فکر و تدبیر کوئی راہنمائی
نہیں کر سکتی۔ اسی طرح میں ان کا ذکر الحکم کے
کالموں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دوں۔

مگر میری حیا مجھے ایسا کرنے سے روکتی ہے۔

میں آج کی اس سرگذشت میں اسی قدر کہنا چاہتا
ہوں۔ کہ اے ناظرین! الحکم نہ نکلنے میں مالکان
الحکم کا قطعاً کوئی قصور نہیں۔ ہم نے ہر قیمت پر
الحکم کو جاری رکھنا چاہا۔ اور ہر قسم کی تکلیف
اس سلسلہ میں برداشت کی۔ الحکم کا بار بار ملتوی
ہو کر نکل آنا ہماری اس نیت کی کھلی دلیل ہے۔
مگر یہ سب ذلت اور سب پریشانی ان نادہند
حضرات کی وجہ سے ہے۔ جو اخبار الحکم کی قیمت
کی عدم ادائیگی پر اپنے قلب کو مطمئن پاتے
ہیں۔ میں ان کے پریشان قصے کو اخبار کے کالموں
میں دینے کی بجائے جلد ہی اگر انہوں نے اپنے
حساب بے باق نہ کیا تو مفصل حضرت امیر المومنین
ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور نام وار پیش کروں گا
اور اس دکھ کی کہانی سامنے رکھ کر ان سے
مدد کا طالب ہوں گا۔

خدا کرے۔ کہ احباب اس داستان غم کو
سنکر اپنے حساب کو صاف کریں۔ اور جن کے ذمہ
ایک پیسہ بھی ہے وہ اسے ادا کر دے ٭

(محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

اطلاع

جوبلی نمبر کی تیاری کی شدید مصروفیت کی بنا پر
الحکم اکتوبر اور نومبر میں دو دو ہفتہ کا اکٹھا شائع
ہوگا۔ احباب نوٹ کر لیں +

محمود احمد عرفانی

مصری سفارت خانہ ہندوستان کو ویلکم

مصر کو اس وقت عالم اسلامی میں جو مقام
حاصل ہے۔ وہ ایک قسم کی زعامت اور سیادت
کا مقام ہے۔ دیگر تمام عربی ممالک میں مصر کی
علمی، ادبی تمدنی برتری کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں
خود اس امر کا واقف حال ہوں۔ کہ مصری قوم اس
گئے گذرے وقت میں بھی اسلامی دنیا کی گراں قدر
خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ ہزارہا کتابیں علوم
عربیہ میں نہایت اعلیٰ درجے کے کاغذ پر نہایت
دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ اور
ان چیزوں کا اہتمام کتابوں کے تاجر ہی نہیں کرتے
بلکہ حکومت خود ان نایاب جواہر خانوں کو جو دنیا
سے تقریباً مفقود و معدوم ہو رہے تھے تلاش
کر کر کے تقسیم کر رہی ہے۔

دیگر ممالک عربیہ اسلامیہ کے معاملات
سے بھی حکومت مصر کو ہمیشہ دلچسپی ہمدردی رہی
ہے۔ اور اپنی طاقت سے بڑھکر مصری قوم اور
مصری حکومت نے حصّہ لیا۔ اس مضمون میں ان تمام
تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ تاہم کسے نہیں معلوم
ہے۔ کہ حجاز میں ہر سال مصری خزانہ سے ہزارہا
روپیہ اور غلّہ اور کپڑا جاتا ہے۔

حج کے ایام میں مصری ہسپتال حجاج کے
آرام کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیتے ہیں۔

حجاز مقدس میں سڑکوں کے بنوانے میں
حکومت مصر نے نہایت شاندار خدمات سرانجام
دی ہیں۔ سارا سال ایک خاص سٹاف باوضو
ہو کر غلاف کعبہ کا کام کرتا رہتا ہے۔

فلسطین کے قضیہ میں حکومت مصر نے اپنے
اثر و رسوخ کو ہمیشہ فلسطینی عربوں کے لئے استعمال
کیا۔ اور ان کی امداد اپنا فرض جانا۔

الغرض

تمام ملکوں کے اسلامی ممالک کے ساتھ مصری حکومت
کے تعلقات ایسے ہیں۔ جو نہایت عزت و احترام
کے ساتھ دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ اس کے علاوہ
مصری اپنے ذاتی اخلاق کے لحاظ سے نہایت ہی
قابل احترام لوگ ہیں۔ ان سب وجوہات کی بناء پر
میرا دل ہمیشہ چاہتا تھا۔ کہ میں مصری سفارت خانہ
ہندوستان میں دیکھوں۔ ہندوستان میں عراق
حجاز۔ ایران۔ افغانستان۔ ٹرکی کے سفارتخانے
تو تھے۔ مگر مصر کا سفارت خانہ نہ تھا۔ اگرچہ حکومت
مصر کا ایک عرصہ سے یہ خیال تھا۔ کہ وہ ہندوستان
میں قونصل خانہ کھول دے۔ مگر بعض تعمیری روکیں
اس راستہ میں روک رہیں۔ بالآخر حکومت مصر نے
گذشتہ سال بمبئی میں ایک قونصل خانہ کھولدیا۔
اور سب سے پہلا قونصل جسے اس تاریخی قونصل خانہ
کے افتتاح کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ صاحب
العزت محمد صادق بک ابو خضرہ تھے۔ ابو خضرہ
بک مصر کے ایک نہایت معزز گھرانے کے فرد
تھے۔ ایک ایسے گھرانے کے جو اپنے مال دولت
تمول کے لحاظ سے اپنے علاقے میں نہایت معزز ہے
ابو خضرہ بک نہایت متین اور سنجیدہ مزاج کے
آدمی تھے۔ اور ہر ایک معاملات کو نہایت غور و
فکر سے جاننے کی کوشش کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے زمانہ قیام میں بنفس نفیس
بہت محنت سے کام کیا۔ کچھ عرصہ وہ تنہا کام
کرتے رہے۔ پھر جناب قنادی بک صاحب
آپ کے اسسٹنٹ بنا کر بھیجے گئے۔ قنادی بک بھی
ابو خضرہ بک کی طرح نہایت شریف خاندان کے
رکن تھے۔ اور نہایت ہی اعلیٰ اخلاق کے حامل
تھے۔ ان دونو حضرات نے مصری قونصل خانہ کی
بنیاد رکھی۔ اور اس کا ابتدائی کام مکمل کرنے کے
بعد وہ دونو یہاں سے تبدیل ہو گئے۔ ابو خضرہ بک
سان فرانسکو میں قونصل مقرر ہوئے اور قنادی بک
مانچسٹر میں وائس قونصل ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد نیا سٹاف آیا۔ اگرچہ
قونصل جنرل تو ابھی تشریف نہیں لائے۔ مگر
قائمقام قونصل جنرل

احمد بک نجیب شکری

مصر کے نہایت وقیع المنزلت خاندان کے رکن
ہیں۔

(باقی پھر)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

کا

جماعت احمدیہ کے نام پیغام

جیسا کہ میں چھ سات سال ہوئے ایک شوریٰ کے موقعہ پر اپنی ایک رویا بیان کر چکا ہوں۔ ٹیریٹوریل فوج میں بھرتی جماعت کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔ اور مجھے اللہ تعالےٰ نے بتایا۔ کہ یہ کام آئندہ کے لئے جماعت کے لئے بابرکت ہوگا۔ اور یہ بھی بتایا گیا۔ کہ جماعت اس کام میں سستی سے کام لے رہی ہے۔ آج اس خواب کا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے احمدیہ کمپنی بوجہ ریکروٹوں کی کمی کے ٹوٹنے کے خطرہ میں ہے۔ احمدی جہاں ممکن ہو مستقل فوج میں بھرتی ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی طرف ان کی توجہ کم ہے۔ اس قدر عرصہ پہلے خدا تعالےٰ کا ان حالات کو بتانا مومنوں کے ایمان کی زیادتی کا موجب ہونا چاہیئے۔ اور انہیں اپنی پوری طاقت اس نقص کے دور کرنے میں خرچ کرنی چاہیئے۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کی تمام انجمنوں اور ان کے کارکنوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس کام کو ایک دینی کام سمجھ کر نوجوانوں میں اس کی رغبت پیدا کریں۔ اور ہر جگہ کی انجمن فوراً قابل نوجوانوں کی فہرست بھجوائے [illegible] کے اہل ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور جماعت احمدیہ کے وقار کے قیام کے لئے اس فوج میں بھرتی ہونے کے لئے تیار ہوں۔ یہ کام دس دن کے اندر ہو جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر فضل کرے۔ جو اس کام میں میری مدد کریں ٭

خاکسار

مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ———— نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ھو الناصر — خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

تشحیذ الاذہان اور اسکی ابتدائی تاریخ

(حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی قلم سے)

(۱) مجلس خدام الاحمدیہ کے اگر ممبر ہیں۔ تو گھر کے بھیدی۔ ورنہ اس کے مقاصد سے آپ کو ہمدردی تو ضرور ہوگی۔ کیسے پاکیزہ اغراض کتنا اہم پروگرام اور کس قدر مفید طریق کار پر مشتمل ہیں۔ قومی و ملی مفاد کی خاطر اپنی جان اور مال کی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔ اس کا طرۂ امتیاز اور عہد واثق ہے۔ اس کے عملی پروگرام اور اصلاحی اقدام کی رپورٹیں اخبارات سلسلہ میں شائع ہوتی ہیں۔ یوم عمل منائے جاتے اور روزانہ خشق ہوتی ہے۔ جلوس نکلتے جلسے ہوتے اور تقریریں کی جاتی ہیں۔ جن میں نوجوانان سلسلہ اور قوم کی اُٹھتی پود کو مفید اور کار آمد عملی وجود بنانے کی تجاویز اور نصائح کی جاتی ہیں۔ اور اس طرح نہایت ہی حکیمانہ طریق سے نوجوانوں کے مذاق اور رجحان کو آوارگی و پراگندگی سے بچا کر نیکی اور نیک کاموں کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ اور اس کی یاد رہتی دنیا تک اور اس کے نیک اثرات ہمیشہ ہمیش نمایاں اور قائم دائم رہیں گے۔ اس مجلس کے بالکل ابتدائی کارنامے ہیں۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

کی تصدیق اور اس کے وجود سے بہت بڑی بڑی امیدوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ اس کا وقار عمل اور دوسرے ترمیتی و اصلاحی کام مثلاً سڑکوں کی درستی۔ رستوں کی صفائی۔ غریبوں کی امداد۔ بیماریوں کا علاج۔ بیوگان کی خدمات۔ یتامیٰ کی حفاظت۔ مسافروں کی مدد۔ اور ایسے ہی دوسرے تمام رفاہ عام کے کام اس کی ضرورت اور اہمیت پر شاہد ہیں۔

(۲) نیشنل لیگ اور اس کی کور سے بھی آپ واقف ہیں۔ کیسی ضرورت کتنے بڑے کام اور کس قدر اچھی نیت سے ضبط نفس۔ خدمت خلق اور قیام امن جیسے جذبات کے ماتحت اس کا وجود شہود میں آیا۔ اس کی اجتماعی پریڈ انتظامی کاموں میں چستی۔ پھرتی اور جانبازی۔ نگرانی پہرہ۔ دوڑ دھوپ اور شبانہ روز کی انتھک محنت کتنی قابل رشک۔ لائق داد و صد آفرین ہے۔ اپنے تو درکنار غیروں سے بھی خراج تحسین حاصل کیا تو کس نے؟ پنجاب کے دار الخلافہ لاہور جیسے عظیم الشان اور ہر رنگ میں ترقی یافتہ۔ ہر لحاظ سے ممتاز۔ اور تہذیب و تمدن میں فائق مقام پر ہماری کور نے جس طرح

شاندار مظاہرہ

کیا۔ پنجاب کیا ہندوستان بھر میں اسکی گونج اُٹھی اس کا شہرہ ہوا۔ کانگریس کے پرانے تجربہ کار والنٹیر خلافت کی تربیت یافتہ کوریں۔ احرار کے باوردی سرخپوش۔ حتیٰ کہ حکومت کی پولیس اور فوج تک اس مظاہرہ سے متاثر۔ ڈسپلن کے مداح اور پریڈ کی تعریف میں رطب اللسان تھی۔ اور ہر طرف سے حیرت و تعجب سے ہماری کور کی معجزانہ ترقی اور شاندار جلوس کے تذکرے سننے میں آتے تھے۔ لیگ کے سیاسی پروگرام اور قانون کے اندر رہتے ہوئے حصول حقوق کی مساعی اور جد و جہد کتنی اہم کیسی نازک اور کس قدر پیچیدہ کام ہے اور کیسی قربانیاں کس قدر جانفشانیاں اور کتنی سخت و مسلسل محنت چاہتی ہے۔ یہ سب کام

ہماری لیگ

کے کندھوں پر ہے۔

(۳) لجنۃ اماء اللہ قادیان کیسا اچھا کام کر رہی ہے۔ کتنا بڑا کام اس نے سنبھالا ہے۔ **عورت** کو کس گمنامی و ذلت کے گڑھے سے نکالا ہے۔ اس کو اپنی ہستی و حقوق سے آگاہ و واقف کر کے بیدار کیا اور جگا دیا۔ زیور علم سے آراستہ کر کے جہالت اور رسوم جاہلیت کی قید و بند سے آزاد کر کے بچا لیا ہے۔ امور خانہ داری میں شغف اور تربیت اولاد کی دھن پیدا کر کے اپنی زندگی کو سنوار دیا ہے۔ اصلاح جنس۔ خدمت خلق۔ تبلیغ سلسلہ اور مطالبات تحریک جدید کی تعمیل و تکمیل کا جذبہ پیدا کر کے گویا دینی کاموں میں

مردوں کے دوش بدوش

لا کھڑا کیا ہے۔ مختصر یہ کہ ایک بیکار محض اور عضو معطل کو سنبھال لیا۔ بچا لیا۔ مفید ترین اور کار آمد وجود بنا لیا۔ یہ تنظیم کتنی مفید کیسی مضبوط اور عظیم الشان ہے۔ اور کن برکات کا یہ پیش خیمہ ہے۔ اس کا پتہ خود اس کا کام اور وقت دے گا۔ آج یہ ایک نازک ترین کونپل ہے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ جلد یہ ایک مضبوط اور تناور سایہ دار پھلوں سے بھرپور اور لدا ہوا درخت ہو کر رہے گا۔

(۴) مجلس ناصرات الاحمدیہ بھی مقدس اغراض اور اعلیٰ اوصاف کی مجلس ہے۔ جو ہماری بچیوں کی پاک امنگوں نیک خواہشوں اور بلند پروازیوں کی دلیل ہے۔ طالبات کی ایک مجلس جو لڑکیوں میں صحیح دینی روح۔ سچا اسلامی تمدن اور اعلیٰ اخلاقی معیار قائم کر کے اس کی دنیوی زندگی اور حیات بعد الموت کو بہشتی زندگی اور خوش آئند حیات بنانے کی کوششوں میں مصروف۔ اصلاح عقائد کے ساتھ اصلاح اعمال کے لئے سرگرم عمل ہے۔

اپنا رسالہ **مصباح** اُٹھا کر دیکھیں مضامین اس کے بغور پڑھیں۔ اور پھر اندازہ کریں۔ اس روح کا اور نتیجہ دیکھیں اس طریق تعلیم کا۔ جو ان بچیوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ کیسے شستہ و سائنٹفک مضامین۔ برجستہ مقالے۔ مفید معلومات علمی نکات اور اچھوتے دلائل ہیں۔ جن کو پڑھ کر۔ مطالعہ کر کے رشک پیدا ہوتا اور دل سرور سے بھر جاتا ہے۔ کہاں یہ ننھی بچیاں اور کیسے اُن کے بلند خیالات!! بابرکت ہے یہ روح۔ مذاق اور جذبہ اور بہت ہی بابرکت ہے اس

روح کے پیدا کرنیوالا

(۵) انیس مطالبات تحریک جدید کی اکمل ترین سکیم سے کون احمدی واقف نہیں۔ احمدی تو درکنار غیر بھی عش عش کر اُٹھے۔ ہر کوئی اس کی برتری کا قائل اور عمل کا شائق بنا جاتا ہے۔ اس کے دُور رس نتائج۔ شیریں پختہ اثمار دم نقد حاصل ہونے لگتے ہیں۔ زمانہ کی اقتصادی بدحالی کا تیر بہدف علاج۔ جس کی تقلید کے لئے قومیں اور سلطنتیں بھی کوشاں اور سرگرم عمل۔ وہ نسخہ جس نے احرار کے بڑے بول کا پول کھولا۔ اُن کے پاؤں تلے کی زمین نکالی۔ کہ اوندھے ہو کر سر کے بل گرے ہر جگہ پھٹکار اور لعنت کی مار پڑنے لگی۔ نہ صرف یہی بلکہ سارے ہی احزاب جو حسد اور کینہ و بغض کی آگ سے مشتعل ہو کر حق کے مقابل صف آرا اور قادیان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ خائب و خاسر۔ ناکام و نامراد شکستہ و خستہ اور ہزیمت خوردہ لوٹے۔ احمدی مضبوط سے مضبوط تر ہو کر ترقی کرنے لگے۔ اُن کے پائے استقلال بجائے ڈگمگانے اور کمزور ہونے کے مستحکم اور قوی ہوئے بجائے مغلوب ہونے کے وہ کفر کو کھانے اور دنیا کے کناروں تک پھیلنے لگے۔ دشمنوں کے منصوبے رائگاں اور جماعت کے نظام کا معیار زیادہ بلند ہوگیا۔ خلافت موعودہ سے وابستگی و عقیدت کے جذبات میں ترقی زیادتی اور شدت پیدا ہوگئی۔ اور اس طرح سے

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما در آں باشد

والی بات ہوگئی۔ دشمن کی عداوت جماعت کی کھیتی کو کھاد ہو کر لگی۔ اور وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔ خدائی فوج کے پانچ ہزار جانثاروں کی بھرتی کھلی۔ اور اس طرح حقیقی اسلام یعنی احمدیت

دنیا کے کناروں تک پھیل گئی

(۶) انصار اللہ کی مجلس جس کے نام ہی میں اس کے وجود کی علت و حکمت اور غرض و غایت موجود ہے۔ جس نے خدا کے نام کی بلندی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی عظمت اور سلسلہ حقہ کی تبلیغ و اشاعت کا عہد کیا۔ پیمان باندھا۔ اس نے اپنے عمل سے اس کو پورا کر دکھایا۔ مال سے جان سے اور اپنے اوقات عزیز کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ اور حتی المقدور خدمات مفوضہ کو تندہی۔ محنت اور کوشش سے سرانجام پہنچانے کی کوشش کی اور کر رہے ہیں۔ ہر حصہ ملک میں انصار اللہ قائم اور مصروف عمل ہیں۔ منہم من قضیٰ نحبہٗ ومنہم من ینتظر۔ الٰہی ارشاد کونوا انصار اللہ کی آواز پر انہوں نے بصد شوق لبیک کہی۔ اور اس طرح وہ پاک نفس لوگ خلیفۂ وقت کی طرف سے

انصار اللہ

کے معزز لقب سے ملقب و معزز پکارے گئے۔

خطوبیٰ لمن آمن و اصلح

(۷) انجمن ترقی اسلام جو بلا لحاظ عقائد بلا امتیاز فرقہ و جماعت اور بغیر تفریق احمدی و غیر احمدی، اسلام کی موجودہ مصیبت و پریشانی۔ بیکسی و غربت اور ضعف و اضمحلال میں اس کی خدمت اور ترقی کی خواہاں۔ اس کی عزت و عظمت کی طالب۔ اس کی بزرگی و برتری کے لئے ساعی۔ اس کی مصیبت

میں معاون ۔ اس کی غربت میں مددگار ۔ اور ضعف میں سہارا دین کر اس کے فطری حسن کی بحالی ۔ اس کے نوا کے قیام اور اس کے حسن و جمال کے اظہار کے لئے بے قرار ۔ کوئی بزل مال و منال سے تو کوئی علم و کمال سے ۔ کوئی اپنے وجود سے تو کوئی نفوس کی قربانی اور اوقات کے صرف سے ۔ الغرض جس نے جو کچھ پیش کیا ۔ قبول ہوا ۔ جس نے جو کچھ دیا وصول ہوا ۔ اور اس طرح

اسلام کیلئے سچا درد

رکھنے والوں کی جماعت ۔ خدمت کے لئے کمربستہ ہونے والوں کی مجلس اور خدا کے دین قویم کے لئے قربانی کرنے والوں کا حزب بنا ۔ جن کو ترقی اسلام کی رکنیت کی عزت ۔ ممبری کا خطاب اور ونت کا افتخار نصیب ہوا ۔ اور اس طرح بہت سے خوش نصیب **خادم اسلام** ۔ بہی خواہاں ملت خیر الانام اور ناصران دین الٰہی کے رجسٹر میں درج ہو کر قبول ہوئے ۔

زہے نصیب اور زہے سعادت

علیٰ ہذا ۔ اسی طرح خدمت اسلام اور رفاہ عام اصلاح نفوس اور خدمت مخلوق ۔ بہبودئے عوام اور صلحاء کا اکرام ۔ الٰہی حقوق کا قیام اور راستبازوں کا اکرام سکھانے ۔ خلق کو خالق سے ملانے اور اخلاق فاضلہ اور معدوم اوصاف کو قائم کرنے ۔ صحیح عقائد ۔ سچے علوم اور اعمال صالحہ پیدا کر کے انسان کو انسان اور باخدا انسان بنانے کی غرض سے جو مختلف تجاویز ۔ انواع و اقسام کے ذرائع اور گوناگوں کوششیں کی گئیں ۔ انہی کا نام

انجمن ۔ مجلس ۔ کمیٹی یا بزم

ہے ۔ جو کبھی کسی شکل میں ظاہر ہوئی ۔ کبھی کسی نام سے قائم ہوئی ۔ اسی جذبہ کا مختلف ناموں ۔ صورتوں اور رنگوں میں ہوتا رہا ۔ خدام الاسلام[۱] اور خدام المسیح[۲] اٹھے تو اسی غرض سے ۔ بزم ارشاد[۳] اور بزم اطفال[۴] بنی تو اسی نیت سے ۔ بزم احمد[۵] اور بزم آفتاب[۶] قائم ہوئی تو اسی مقصد کو لے کر ۔ انصار خلافت[۷] اور الاخوان[۸] کھڑے ہوئے تو اسی اصول کے قائم کرنے کو ۔ ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن[۹] اور فتیان الاحمدیہ[۱۰] کا وجود ظہور میں آیا ۔ تو اسی غایت کی خاطر ۔ انجمن انصار سلطان القلم[۱۱] اور الناطقین بالعربیۃ[۱۲] معرض شہود میں تو اسی عزم کے ساتھ ۔ انجمن تجہیز[۱۳] یا انجمن کشمیر[۱۴] ۔ دیانند مت کھنڈن سبھا[۱۵] ۔ سادھو سنگت[۱۶] یا اچھوت سدھار[۱۷] اور جمعیتہ الافاغنہ[۱۸] اتحادہ اور رسالت یہ کچھ سب کے سبھی ایک ہی مقصد ۔ ایک ہی مطلب ۔ ایک ہی غرض ۔ ایک ہی غائت اسی عزم ۔ اسی مرام کو لے کر کھڑے ہوئے ۔ ہر ایک نے اپنا کام کیا ۔ اور اپنے عمل سے اپنے قول کی صداقت پر مہر لگا دی ۔ جزاہم اللہ تعالیٰ عنا و عن الخلق جمیعاً آمین ۔

بالکل اسی طرح ۔ اسی نیت و غرض اور غایت و مقصود سے

انجمن تشحیذ الاذہان

کا وجود باوجود منصۂ شہود پر آیا تھا ۔ یہ سب بھی ایک ہی جوہر کے ٹکڑے ۔ ایک ہی لعل کے ریزے ۔ ایک ہی سورج کی شعاعیں ۔ ایک ہی چاند کی ادائیں ۔ ایک ہی درخت کی شاخیں ۔ اور ایک ہی چشمہ کے فیوض و برکات

اسی پھول کی مہک

اور ایک ہی دل کے درد کی ٹیس کا ظہور ہیں ۔ یہ تمام اسی کی تڑپ اور اسی کے قلق کا نتیجہ ۔ اس کی سوزش اور اسی کی جلن کا ثمرہ اور اسی کی دلی کیفیات خواہشات اور امنگوں کا نقشہ اس کے ارادوں کے سمجھنے کا آلہ اور اس کے درد کے ناپنے کا پیمانہ ہیں ۔ اور پچیس سالہ دور خلافت کی پچیس یادگاریں ہیں ۔

تشحیذ الاذہان کا پہلا اور ابتدائی نام

انجمن ہمدردان اسلام

تھا ۔ جو بالکل ابتدائی ایام اور پرانے زمانے کی یادگار ہے ۔ جبکہ سیدنا فضل عمر رض بمشکل آٹھ نو برس کے تھے ۔ آپ کے دینی شغف اور روحانی ارتقاء کی یہ پہلی سیڑھی ہے ۔ جو حقیقتاً آپ ہی کی تحریک ۔ خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی ۔ کھیل کود اور بچپنے کے دوسرے اشغال میں انہماک کے باوجود آپ کے دل میں خدمت اسلام کا ایسا جوش اور جذبہ نظر آیا کرتا تھا ۔ جس کی نظیر بڑے بوڑھوں میں بھی شاذ ہی ہوتی ۔ آپ کی ہر ادا میں اس کا جلوہ اور ہر حرکت میں اس کا رنگ غالب و نمایاں ہے ۔ مجھے آپ کی کھیلوں کے دیکھنے اور مشاغل کو جانچنے کا اکثر موقعہ ملتا تھا ۔ گھنٹوں آپ مطب میں تشریف لا کر ہم میں بیٹھا کرتے ۔ کبھی ٹیمیں بنا کرتیں ۔ اور کھیلوں کے مقابلوں کی تجاویز ہوا کرتیں کبھی فوجیں بنا کر مصنوعی جنگوں کا انتظام ہوتا ۔ کبھی ڈاکو اور چوروں کا تعاقب ہوتا ۔ انکی گرفتاری کے سامان ہوتے ۔ اور مقدمات سن کر فیصلے کئے جاتے ۔ سزائیں دی جاتیں ۔ اور کارہائے نمایاں کرنے والوں کو انعام و اکرام ملتے ۔ تو کبھی بحث مباحثات اور علمی مقابلوں کا رنگ جما کرتا ۔ گرما گرم بحث ہوتی ۔ جج مقرر ہوتے ۔ اور فاتح و مفتوح کا فیصلہ ہوتا ۔ الغرض ایسے ہی مشاغل اور مصروفیتوں کے نتائج میں سے ایک

انجمن ہمدردان اسلام

کا قیام بھی ہے ۔ جو آپ کی خواہش ۔ مرضی اور منشاء کے ماتحت قائم کی گئی ۔ اول اول اس کے اجلاس پرانے اور قدیم مہمان خانہ میں ہوا کرتے اور اس وقت زیادہ سے زیادہ چھ سات ممبر تھے اور یہ زمانہ ۱۸۹۷ء کا تھا ۔ ایک اجلاس میں تجویز پاس ہوئی ۔ کہ سیدنا حکیم الامت حضرت مولانا مولوی نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی جائے ۔ کہ ہماری اس انجمن کی سرپرستی قبول فرمائیں ۔ اجلاس میں شریک ہوں ۔ اور ہم لوگوں کو طریق کار بتائیں ۔ نصائح فرمائیں ۔ کرتا دھرتا ان دنوں اس ننھی سی انجمن کا راقم الحروف ہی تھا ۔ صاحب ممدوح کی خدمت میں عرض کیا گیا ۔ حضرت نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا ۔ اجلاس میں تشریف لائے ۔ اور سب سے اول انجمن کے نام پر لطیف تنقید فرماتے ہوئے فرمایا ۔ کہ تم لوگوں نے انجمن کا نام ہمدردان اسلام تجویز کیا ہے ۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں ۔ کیونکہ

ہمدردی کسی درد

کو چاہتی ہے ۔ جس کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ تم لوگ گویا اسلام میں کسی اور **درد** کا اضافہ چاہتے ہو ۔ اگر درد نہیں تو ہمدردی کیسی ؟ نام کی تبدیلی کا حکم دیا ۔ سرپرستی قبول فرمائی اور استقلال اور شوق سے کام کرنے ۔ نیک نمونہ بنکر دکھانے اور حصول علم وغیرہ کی تاکید اور نصائح فرمائیں ۔ چنانچہ اسی زمانہ یا پھر کسی اجلاس میں انجمن کا نام تبدیل کر کے

انجمن خادم الاسلام

تجویز کر دیا گیا ۔ حضرت مولانا نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹے لوگوں کی بات بھی توجہ سے سنا کرتے ۔ مفید مشورے اور نصائح سے دریغ نہ فرمایا کرتے تھے مگر سیدنا فضل عمر رض کی ذات والا صفات کی وجہ سے ہماری طرف خاص توجہ فرماتے ۔ ہماری نگرانی رکھتے اچھی باتوں کی تاکید فرماتے ۔ اور غلط راہوں بری صحبتوں سے بچنے کی تاکید فرمایا کرتے ۔ ہماری انجمن کے اکثر اجلاسوں میں شریک ہو کر ہدایات دیتے ۔ اور حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے ۔ شروع شروع میں تو ہمارے اجلاس اسی مہمان خانہ کی کوٹھڑی تک محدود رہے ۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوئی ممبر زیادہ ہو گئے ۔ تجربہ کار ۔ تعلیم یافتہ کارکن شریک ہو گئے ۔ کام کرتے کرتے کچھ تجربہ ہو گیا ۔ اور حوصلے بھی بڑھ گئے ۔ تو اجلاس اس مجلس کے مسجد اقصیٰ میں ہونے لگے ۔ جہاں بچوں سے نکل کر بڑے لوگ بھی شریک ہوتے ۔ ہماری تقریروں پر جرح قدح اور تنقید فرما کر اصلاح کرتے ۔ طریق تکلم اور طرز تقریر سکھایا کرتے ۔ تھے ۔ ثاقب صاحب مالیر کوٹلوی ۔ خادم صاحب بھیروی وغیرہ وغیرہ احباب کے علاوہ

حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب

بھی ان بزرگوں میں سے ایک تھے ۔

اس طرح جہاں ہماری اصلاح ہوئی ۔ بیان میں روانی اور کلام میں ترتیب و قوت آئی ۔ بزرگوں کی توجہات کا بھی ہماری یہ انجمن مرکز بننے لگی ۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی ۔ کہ بچوں کی بجائے اب بڑے بوڑھے اور بزرگ زیادہ شرکت فرمانے لگے ۔ انجمن کی رونق کے ساتھ ساتھ عزائم بھی بلند ہوتے گئے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ کہ اسی ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک تھے ۔ ہمارے آقا نامدار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور نظر لخت جگر نے جن کی شان میں ازل سے خداوند ہمارے خدا نے

مظہر الحق والعلیٰ کان اللہ نزل من السماء

کا مقام محمود لکھ رکھا تھا ۔ تقریر فرمائی ۔ تقریر کیا تھی ۔ علم و معرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا ۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت نور الدین اعظم کھڑے ہوئے ۔ اور آپ نے فرمایا ۔ جو کچھ فرمایا ۔ تقریر کی بے حد تعریف کی ۔ قوت بیان اور روانی کی داد دی ۔ نکات قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے

مرحبا ۔ جزاک اللہ

کہتے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آ کر رخصت فرمایا ۔ یہی وہ انجمن ہے ۔ جو ترقی کرتے کرتے آخر ایک دن اس قابل ہو گئی ۔ کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور سے

شرف باریابی نصیب

ہوا ۔ اور وہ تشحیذ الاذہان کے مقدس نام سے سرفراز ہو کر نمودار ہوئی ۔ اس کے اجلاسوں میں ناغے بھی ہوئے ۔ لمبے لمبے وقفے بھی پڑے اور اس پر فترت کا زمانہ بھی آیا ۔ اور ایسی غائب ہوئی ۔ کہ گویا اس کا وجود ہی معدوم ہو گیا ۔ مگر کسی نیک گھڑی سعید ساعت اور مقدس ہاتھوں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی ۔ خدا نے اسے ضائع ہونے سے بچا لیا ۔

سنہ ۱۹۰۳ء عیسوی کے اواخر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ نے مجھے اپنے ایک عزیز مرزا محمد احسن بیگ صاحب رئیس کی درخواست پر ان کے کاروبار کی غرض سے قادیان سے باہر جانے کا حکم دیا ۔ میری غیر حاضری میں ہماری یہ انجمن گویا معطل و کالعدم ہی ہو گئی ۔ جس کا مجھے سفر میں بھی درد رہتا تھا ۔ آخر سنہ ۱۹۰۶ء کے نصف ثانی میں مجھے وہیں کسی طرح یہ اطلاع ملی ۔ کہ ہماری اس پیاری انجمن کا **سیدنا محمود** کے ہاتھوں دوبارہ احیاء ہوا ۔ اور اب کے اسی نام کے ایک رسالہ ۔ اجراء کا بھی انتظام کیا گیا ہے ۔ اور اسے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منظوری و سرپرستی کا بھی شرف میسر ہے ۔ اور کہ حضور نے ہی اس کا نام

تشحیذ الاذہان

تجویز فرمایا ہے ۔ مجھے اس خبر سے اتنی خوشی ہوئی کہ میں باغ باغ ہو گیا ۔ اور فوراً اس کی ممبری کے لئے یہاں درخواست بھیجدی ۔ وہاں حضرت مولانا مولوی نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھی خوشی کے اظہار کے ساتھ ممبری منظور کئے جانے کی سفارش کی درخواست کی ۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے مجھے حسب ذیل جواب اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۶ء عیسوی کو لکھا ۔ جو ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان سے چلکر ۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء کو مجھے بمقام کامٹہ ڈاک خانہ کشن گنج ۔ ریاست کوٹہ (راجپوتانہ) میں ملا ۔ اور میری عزت ۔ سعادت اور دلی خوشی کا موجب ہوا :۔

چربہ پوسٹ کارڈ سیدنا نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

السلام علیکم

ایڈیٹر تشحیذ الاذہان خوش رہو [illegible]

پرچہ اچھا ہوا - آپ کو مبارک ہو - [illegible]

آپکا ذکر [illegible] کیا تھا - [illegible] دو جلد اور

[illegible] محمود کو دیدیا ہے

[illegible] رکھا تھا مجھے رد کا ہے -

مرزا محمد احسن کو السلام علیکم عرض ہے

اور احمد دین کو السلام علیکم

نور الدین ۵ [illegible]

اگرچہ ایک ہی روز قبل یعنی مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۰۶ء عیسوی کو مجھے دفتر تشحیذ الاذہان سے سیکرٹری انجمن مکرمی حافظ عبد الرحیم صاحب مرحوم مالیر کوٹلوی کے ذریعہ ممبرشپ کی منظوری کی اطلاع مل چکی تھی - اور میں اس کی وجہ سے بھی خوش تھا - مگر

حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کے دستی والا نامہ کی عزت کے حصول اور محبت کے اظہار سے قادیان سے دوری - غربت اور مجبوری کے صدمات بھول کر عالم خیال میں ہی گویا دار الامان ہی میں پہنچ گیا تھا - جس کے لئے سجدات شکر اور کلمات حمد گایا کرتا -

چربہ پوسٹ کارڈ حافظ عبد الرحیم صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخویم مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

بجواب عنایت نامہ آنجناب عرض ہے کہ نہایت بڑی خوشی سے آپکا نام ممبر [illegible] درج کیا گیا گو کمیٹی کو ضرورت پڑی ہے کہ آپ [illegible] مجبور [illegible] اس رعایت کا ممبر شمار نہ کرے - تاہم چونکہ [illegible] بانی مبانی اس انجمن کے آپ ہوئے اسلئے انجمن نے شکریہ کے ساتھ [illegible] موقع [illegible] دیا ہے - یہ بات میری [illegible] خوشی کا باعث ہے - کہ آپکو رعایت میں داخل کیا گیا ہے - انشاء اللہ [illegible] اس لائق ہو سکونگا - کہ آپکو [illegible] وغیرہ سے اطلاع دوں کیونکہ [illegible]

الغرض یہ ہے تشحیذ الاذہان کی تاریخ - ہسٹری اور ابتداء - منبع جس کا دریائے نور

"نور آتا ہے نور"

ساتھ اس کے فضل

"اس کے ساتھ فضل ہے - جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا"

نتیجہ میں اس کے ظلمتیں کافور ہوں گی - اوّل تو خود اس کا نام ہی نور پھر وہ اک نورانی چہرہ ہی کا پرستار ہے - نور سے نور ہی نکلا کرتا ہے -

گندم از گندم بروید جو ز جو

چنانچہ یہ نورانی بیج جو نورانی قلب سے نکلا - بڑھا - پھولا - پھلا اور پھیلا - اس نے دنیا کی ظلمتیں دور کیں - اور نور ہی نور پھیلا دیا - یہی وہ نور تھا - جس کو ان اختلافات سے قبل مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے بڑی تحدی کے ساتھ بطور ایک خارق عادت اور اعجاز مخالفان سلسلہ کے سامنے بطور حجت ملزمہ پیش کر کے دنیا کو چیلنج کر چکے ہیں - یہی وہ درخت اور

شجرۂ طیبہ

ہے - نی زماننا اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا کا پھلا پھولا رہتا اور رہیگا -

میں اس امر کے اظہار میں بے حد لذت محسوس کرتا اور خوشی پاتا ہوں - کہ عزیزم مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مجاہد مصری رئیس التحریر رسالہ المبشر نے ایک نہایت ہی لطیف اور ایمان افروز مضمون رسالہ المبشر ماہ اپریل ۱۹۳۹ء میں زیر عنوان

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے کارناموں پر ایک نظر

لکھکر احمدیہ لٹریچر میں نہایت قیمتی اضافہ فرمایا ہے - احباب اس ضمن میں اس مضمون سے بھی استفادہ فرمائیں ۰

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب بھیروی

یہ ایک مضمون کئی سال قبل حضرت عرفانی کبیر نے حافظ صاحب کے متعلق لکھنا چاہا تھا - کچھ لکھا - اور پھر ادھورا ہی رہ گیا - جس قدر لکھا گیا اسی قدر میں اس امید سے شائع کرتا ہوں - کہ ممکن ہے حضرت مولوی صاحب اسے کسی وقت پورا کر دیں - (ایڈیٹر)

پیدائش و ابتدائی تعلیم حضرت حافظ صاحب کے اپنے بیان کے موافق ان کی پیدائش ۱۸۷۶ء میں ہوئی - حافظ صاحب کا خاندان اہلحدیث تھا - اور یہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے فیض صحبت کا اثر تھا - اس زمانہ میں اہلحدیث کو وہابی کہتے تھے - اور ان کی خطرناک مخالفت کی جاتی تھی خود حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور آپ کے اس زمانہ کے رفقاء کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا - حافظ صاحب کے والد ماجد مولوی چراغ دین صاحب کو حافظ صاحب کی تعلیم کا خاص خیال تھا - اور ابتدائی تعلیم اس زمانہ کے طریق کے موافق قرآن کریم سے ہوئی اور پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا - کہ ان کو قرآن مجید حفظ کرایا جائے - چنانچہ پانچ سال کی عمر میں ایک حافظ اور قاری استاد کے سپرد کیا گیا - حافظ صاحب اپنی ذہانت اور زیرکی کی وجہ سے دو ہی سال میں قرآن کریم کے حافظ ہو گئے - اور یہ عجیب بات ہے - کہ جس روز (بروز جمعہ) انہوں نے قرآن مجید کے حفظ کا تاج سر پر رکھا - اسی دن والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - اور آپ یتیم ہو گئے -

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ کو رسمی اور عرفی تعلیم کے لئے سرکاری مدرسہ میں داخل کر دیا گیا - جہاں وہ اپنی ذہانت اور فطنت کے سبب اپنے ہم چشموں میں ممتاز نظر آتے ہیں - چند سال تک یہ سلسلہ تعلیم جاری رہا - اور اسی عرصہ میں انہیں اچھی قابلیت ہو گئی - چونکہ طبیعت کو ایک صناع خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے عملی کاموں سے مناسبت تھی - اس لئے آپ انجینرنگ کی تعلیم کے لئے لاہور چلے آئے - اور اگر میں غلطی نہیں کرتا - تو میو سکول آف آرٹس میں انجینرنگ کی تعلیم پاتے رہے - اور ۱۸۹۵ء میں کالج کی تعلیم انجینرنگ سے فارغ ہو کر اسی سال محکمہ نہر میں ملازم ہو گئے -

احمدیت میں داخلہ قیام لاہور ہی کے زمانہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی دولت سے سرفراز کیا - حافظ صاحب اپنی احمدیت کی تاریخ اس طرح پر بیان کیا کرتے تھے میں نے ۱۸۹۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لاہور میں سبز اشتہار لیا - حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے - کہ حضرت اقدس نے مجھے یہ اشتہار نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ دیا تھا - اس اشتہار کو پڑھنا تھا - کہ ایک خاص کیفیت جذب کی پیدا ہو گئی - اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے (اس وقت ابھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا -) ایک محبت اور عشق پیدا ہو گیا -

حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب ان بزرگوں میں سے تھے - جنہوں نے عنفوان شباب ہی میں حضرت حکیم الامت نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ کے فیض صحبت سے اپنی علمی اور روحانی منزلوں کو طے کرنا شروع کیا - ان کا خاندان دولت اور تمول کے لحاظ سے ممتاز نہ تھا - مگر دینی دولت سے ضرور بہرہ وافر رکھتا تھا - حضرت نور الدین اعظم کے فیض صحبت نے اس خاندان میں قرآن کریم کے ساتھ محبت اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی روح پیدا کر دی تھی - اس لئے میں بلا خوف تردید کہتا ہوں - کہ وہ [illegible] شباب ہی سے اس صداقت اور حق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے تھے - جو دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صورت میں نازل ہوا -

حافظ صاحب کی ابتدائی تعلیم پرانے طریق کے موافق قرآن مجید سے شروع ہوئی - اور انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا - اپنے خاندان میں وہ پہلے حافظ قرآن تھے - اگرچہ قرآن شریف عام طور پر ان کے خاندان میں پڑھا جاتا تھا - قرآن مجید اور دینیات کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ عملی تربیت ہو رہی تھی - اپنے خاندان میں یہ پہلے تھے - جنہوں نے مروجہ تعلیم کی طرف توجہ کی - اور نہایت قابلیت کے ساتھ ترقی کرتے گئے - دماغ کو عملی تعلیم کے ساتھ مناسبت تھی - اس لئے انجینرنگ کی تعلیم حاصل کی - اور اپنے ہم عصروں میں امتیازی حیثیت پیدا کر لی - تعلیم سے فارغ ہو کر مختلف مقامات پر ملازمت کی - اس عرصہ میں اپنی دینی تعلیم اور مطالعہ کو بھی ترک نہیں کیا - اور اس میں اس قدر نمایاں ترقی کی - کہ وہ کسی صورت میں ایک عالم سے کم نہ تھے - بلکہ بہتر تھے - اس لئے کہ عالم باعمل تھے ۰

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا اصل ذریعہ حضرت حکیم الامت اور حضرت حکیم فضل الدین صاحب رضی اللہ عنہما کی صحبت اور شاگردی تھی - جس رنگ میں استاد رنگے ہوئے تھے - وہی رنگ ان پر چڑھا - سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد ان پر کبھی کوئی زمانہ خدا کے فضل اور رحم سے ایسا نہیں آیا - کہ انہیں کسی مرحلہ پر کسی قسم کی لغزش

خلافت ثانیہ کی صداقت و عظمت

ربع صدی پیشتر کا ایک غیر مطبوع تاریخی ورق

(حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی قلم سے)

پرانی بات اور آج سے پچیس برس پہلے کا واقعہ ہے۔ کہ قادیان کے ایک چھوٹے سے بالاخانے میں ایک بالکل مختصر سی مجلس چار پانچ نفوس پر مشتمل لگ رہی تھی۔ خاموشی سے سناٹا اور سکوت سے ہُو کا عالم تھا۔ سادگی کے باوجود رعب۔ مساوات کے باوجود وقار اور خاکساری و تواضع کے باوجود عظمت و شوکت اور محبت و عقیدت کے باوجود ادب و احترام کے جذبات نمایاں تھے۔ دنیوی جاہ و جلال اور ترتیب و امتیاز سے خالی خالص پرانی روحانی مجالس کی یاد دلا رہی تھی۔ اور اس میں اتنا روحانی انتشار تھا۔ ایسی زوردار لہریں دوڑ رہی تھیں۔ کہ افراد سے گذر کر در و دیوار اور چوب تک گویا متاثر اور معمول بن کر خود بخود ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید میں مصروف۔ استغفار اور تعوذ اور درود میں مشغول ہو رہے تھے۔ مجلس کا سرتاج۔ رونق اور روح رواں۔ انجمن کا دولہا۔ زینت اور سالار کارواں

"خدا کا محمود۔ موعود اور بشیر"

حسن و احسان میں خدا کے مسیح کا نظیر تھا۔ وہی جو جسم کا کمزور و نحیف۔ مگر نیت کا نیک۔ ارادہ و عزم کا پختہ۔ ظاہر و باطن کا نظیف۔ شریف ابن شریف ابن شریف انسان جسے دنیا والے نادان۔ بچہ اور ناتجربہ کار کے نام سے پکارتے اور حقارت سے یاد کرتے تھے۔

ایک پچیس سالہ نوجوان جس کو خدا نے اپنی موہبت سے نوازا۔ حکمتوں اور مصلحتوں سے چنا۔ قضاء و قدر سے کھڑا کیا۔ اور بغیر اس کی خواہش، آرزو یا کوشش کے

خلعت خلافت اور رداء نیابت

سے سرفراز فرمایا۔ وہی نوجوان ہماری اس مختصر سی جماعت کا سردار، امیر اور قائد اعظم تھا۔ خلافت ثانیہ کے قیام کے بالکل ابتدائی ایام کا ذکر ہے۔ جبکہ منکران خلافت دور و نزدیک کی جماعتوں میں کثرت سے اپنا لٹریچر خفیہ و علانیہ تقسیم کرا چکے۔ اور اپنے تیار کردہ ایجیٹیٹروں کے ذریعہ سے اپنے خیالات کی تبلیغ و تشہیر اور مخالفانہ سرگرمیوں میں مصروف افواج یزید کی مانند جگر گوشۂ رسولؐ اور حسین احمدیت پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔

کشتیٔ نوح

ان کے بغض و عناد کے تیروں کا نشانہ بن رہی تھی۔ خدا کے مسیحؑ کی تیار کردہ جماعت میں اختلاف و شقاق اور پھوٹ ڈال کر نہایت بے دردی سے اس کے ٹکڑے کئے جا رہے تھے اور اس

حزب الٰہی اور عصابۃ اللہ

کا بعینہٖ وہی نقشہ۔ وہی حال بن چکا تھا۔ اور بالکل وہی صورت سیدنا امیر المومنین رضؓ کو پیش آچکی تھی۔ جو سید الکونین مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فداہ روحی کی وفات حسرت آیات کے بعد سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کو پیش آئی تھی۔ اور بالکل اسی طرح۔ اسی رنگ میں سیدنا خلافت مآب اس وباء کے علاج زہر کے تریاق اور مرض کے استیصال۔ اس اضلال و الحاد اور بغاوت و فساد کی بیخ کنی کے لئے ساعی اور اور جماعت کی اصلاح اور استحکام اتحاد کے واسطے کوشاں اور سرگرم عمل تھے۔ چیدہ چیدہ علماء ربانی۔ فدایان اسلام۔ آسمانی وحی سے سرفراز۔ رجال اور مجاہدین کو حضور پُرنور سیدنا فضل عمر رضؓ علم لدنی کے زیور سے آراستہ اور غائبانہ دعاؤں سے موید فرما کر اکناف عالم میں مسموم ہواؤں اور روحانی بلاؤں کا تریاق دیگر خلق خدا کی حفاظت خدمت اور ہدایت کے لئے بھیج چکے تھے۔ ہمیشہ کی طرح ملائکہ اور ان کے اضداد میں ہر جگہ ایک روحانی جنگ لڑی جا رہی تھی۔ راہ ہدایت سے بھولے بھٹکے اور صداقت و راستی کے بھوکے پیاسے ایک ایک کر کے اپنے روحانی مرکز یعنی دست خلافت پر جمع ہوتے اور چشمۂ نور سے منور اور آبحیات سے سیراب ہو رہے تھے۔ خدا کا یہ اولوالعزم تختگاہ رسول میں بیٹھا کمان کر رہا تھا۔ نقشہ جنگ کی اطلاعات پا کر۔ رپورٹیں پڑھکر دعائیں کرتا۔ اور ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اور ان ایام میں بھی آپ کا معمول تھا۔ آج کی ڈاک میرے آقا کے حضور پیش ہو چکی تھی جسے حضور اپنے ہاتھوں کھولتے۔ بغور ملاحظہ فرماتے۔ اور کچھ نوٹ کر کے رکھتے جا رہے تھے۔ میں بھی ایک کونہ میں بیٹھا ایک کاغذ پر اپنی رات کی سرگذشت حضرت کے حضور پیش کرنے کو لکھ رہا تھا۔ میرے پہلو میں میرے محسن بزرگ اور بے ریا للہی دوست حضرت عرفانی کبیر تشریف فرما تھے۔ سیدنا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ڈاک میں سے ایک خط پڑھا۔ بزرگ عرفانی صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور وہ خط اُن کو دیدیا۔ انہوں نے بصد شوق لیا۔ بصد حرص اس کی تہ کھولی۔ اور پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ خط پڑھکر انہوں نے بے ساختہ میرے پرچۂ کاغذ پر ہاتھ مارا۔ اور اس طرح جھپٹ کر لیا۔ جیسے کوئی باز اپنے شکار کو۔ میں اس اچانک واقعہ سے کچھ ایسا حیران اور ششدر رہ گیا۔ اس معمہ کو سمجھ نہ سکا۔ ہوش تو مجھے آگئی۔ کہ میں نے اپنا کاغذ حضرت کے ہاتھ میں اور حضور کو اسے پڑھتے دیکھ لیا۔ مگر معمہ یہ اب بھی حل نہو سکا۔

مکرمی مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ایک صوفی منش جیّد عالم ہیں۔ روحانیت کی اُن کو تلاش اور معارف کی جستجو رہتی ہے۔ اور وہ رموز شریعت اور طریقت کے پانے اور حصول کے لئے علم و عرفان کے سمندروں کی غواصی کے مشتاق و مشاق ہیں۔ اللہ تعالٰے کا ان سے الہام و کلام کا تعلق اور وہ خدا کے لئے ہر قربانی کو کمر بستہ رہتے ہیں۔ خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام میں جبکہ کشتی جماعت مشکلات کے گرداب اور اختلافات کے بھنور میں پڑی۔ ہچکولے کھاتی اور ڈگمگاتی تھی۔ نئے نوجوان ناخدا کو خدا نے اس کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا تھا انہی ایام میں مولانا موصوف بھی اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی طرح اپنے آقا و امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ جس خط کا میں نے ذکر کیا ہے وہ خط انہی بزرگوار یعنی مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا تھا۔ اس میں کیا لکھا تھا؟ اور تفاصیل کا تو مجھے علم نہیں۔ مگر اس قدر مجھے اس مجلس میں معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اُن کو دوران تبلیغ اور خدمات سلسلہ کی بجا آوری ہی میں الہام الٰہی اور کلام یزدانی کے ذریعہ سیدنا خلافت مآب حضرت اقدس امیر المومنین رضی اللہ تعالٰے عنہ کی صداقت۔ شان عالی اور مقام بلند کا علم دیا گیا ہے۔ اور وہ الہام ربانی

"لولاک لما خلقت الافلاک"

تھا۔ جس کے مشار الیہ اور مصداق ہمارے آقا و مقتداء سیدنا فضل عمر۔ فخر رسل اولوالعزم مظہر الحق والعلیٰ کان اللّٰہ نزل من السماء ہیں۔ یہ خلاصہ ہے تشریح و تفصیل ملہم و ملہم کے سوا دوسرا کوئی لکھ نہیں سکتا۔ یہ خط بذریعہ ڈاک قادیان سے دُور باہر کسی مقام سے آیا تھا۔ سربمہر تھا۔ ڈاک حضرت کے سوا کسی نے کھولی تھی نہ کسی کو مضمون خط کا کوئی علم تھا۔

میرا پرچۂ کاغذ میرے محترم حضرت عرفانی صاحب نے کیوں اچانک اچک کر حضرت کے پیش کر دیا؟ یہ وہ معمہ ہے۔ جو میری سمجھ میں نہ آیا تھا۔ بعد میں مخدومی شیخ صاحب عرفانی نے خود ہی مجھے بتایا۔ کہ تم جو کچھ لکھ رہے تھے۔ میں اُسے پڑھتا رہا تھا۔ حضرت نے جو خط مجھے دیا۔ اس کا اور تمہارے پرچہ کا مضمون چونکہ واحد تھا۔ میں نے اس

تطابق کو الٰہی تصرّف

سمجھ کر تمہارا پرچہ بھی حضرت کے حضور پیش کر دیا۔"

مجھے پہلے ایک نظارہ میں جماعت کی موجودہ کیفیت و حالت تفرق و تشتت کا نقشہ دکھایا گیا۔ جس کی صورت یہ تھی۔ کہ شفاف پانی اور آب مقطر کے بھی کہیں کہیں قطعات موجود ہیں۔ مگر خشکی کے بڑے بڑے قطعات نے پہلے قطعاتِ آب کو ایک دوسرے سے جدا کر رکھا ہے خشکی زیادہ۔ غالب اور وسیع تھی۔ بعینہٖ ایسی صورت تھی۔ جیسے کسی وسیع میدان میں کہیں کہیں آب باراں کی چھوٹی چھوٹی تلائیاں ہوں۔ پھر ایک آواز تھی پُر رعب و شوکت۔ پُرجلال و ہیبت جو ایک آہنی میخ کی طرح میرے دل میں ایسی گڑ گئی۔ کہ پھر کبھی نہیں نکلی۔

لولاک لما خلقت الافلاک

اشارہ اس کا میرے آقا سیدنا امیر المومنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز فداہ روحی کی طرف تھا۔ وہی ذات اقدس اور وجود اطہر جس کے متعلق غیب دان اور عالم اسرار ہستی پہلے ہی سے بطور پیش بندی دنیا جہان کو تاکید کہہ چکی تھی۔

مقام او مبیں از راہ تحقیر
بدوران ش رسولاں ناز کردند

اس سرزنش اور ندائے حق کے بعد دوسرا نظارہ یہ تھا۔ جو میرے سامنے لایا گیا۔ کہ پہلا منظر بدل کر دوسرا اسین نمودار ہو گیا۔ جس میں خشکی کہیں کہیں۔ چھوٹی چھوٹی۔ تھوڑی تھوڑی خستہ پستہ اور مغلوب۔ مگر آبِ شفاف کے قطعات زیادہ وسیع۔ نمایاں اور پُر رونق و شاندار تھے۔ اور میرے دل و دماغ پر یہ اثر تھا۔ کہ یہ تغیر اور یہ تبدیلی اسی نوجوان انسان کی برکت و طفیل سے ہوگی۔ جس کا وجود لولاک لما خلقت الافلاک کے کلام کے ساتھ میرے سامنے لا کھڑا کیا گیا تھا۔

یہ ایک معاملہ تھا راز کا اور حقیقت تھی خفیہ جس کو میں صرف اپنے ایمان کی مضبوطی اور قلب کی طمانیت کے لئے فضل خداوندی سمجھ کر پوشیدہ اور بند ہی رکھنا چاہتا تھا۔ میری کبھی یہ خواہش نہ تھی۔ کہ گلی کوچوں میں اس زر و جواہر کے خزانے کو اچھالتا پھروں۔ اور اور لوگوں کو دکھاتا رہوں۔ کیونکہ میں خدا کے فضل سے ہمیشہ سے اس یقین اور عرفان پر قائم اور رہوں۔ کہ مامورین اور مرسلین کے علاوہ عوام پر اگر خدا کا کوئی فضل ایسے رنگ میں ہوتا ہے۔ تو وہ اُن کی اپنی ذات اور اُن کے اپنے علم و عرفان اور یقین و ایمان کی زیادتی مضبوطی یا تربیت و اصلاح ہی کے لئے ہوتا ہے۔ وہ امر جب ہوتا ہے۔ تو صرف اس کی اپنی ذات پر نہ کہ دوسروں پر۔ اور اس کو یوں کھلم کھلا اچھالتے پھرنا اور سناتے رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔

اپنے آقا کی خدمت میں عرض کرنا میں نے اس لئے ضروری سمجھا تھا۔ کہ میں اس نعمت کو سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض یقین کرتا ہوں۔ نیز اُن کو تحدیث نعمت۔ اور شکر گذاری سے نعمت میں اضافہ و زیادتی ہوتی ہے۔ میں اس قانون الٰہی سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ ورنہ میں نے سوائے شاذ امور کا اظہار بھی کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو خلافت جوبلی کی تقریب مناتے ہوئے علاوہ اور بزرگوں کے مکرمی مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے بھی ایک تقریر برکات خلافت سے متعلق کی۔ جس میں انہوں نے اپنے اس الہام کا ذکر فرماتے ہوئے میرے معاملہ کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ میں نے اس کی وضاحت اور تشریح ضروری سمجھ کر یہ نوٹ لکھا ہے۔ ورنہ عقیدہ میرا ایسے امور کے متعلق وہی ہے۔ جو اوپر عرض کیا۔

انبیاء اور ان کے نواب یا خلفاء کی بعثت وظہور کا زمانہ درحقیقت انتشار روحانیت کا زمانہ ہوا کرتا ہے۔ جس میں انبیاء اور خلفاء کے علاوہ مومنین کا یقین اور عامۃ الناس تک کو اُن کی استعداد۔ قابلیت اور ظرف کے مطابق حصہ مل جایا کرتا ہے۔ جو اُن کے تعلق باللہ۔ صفائی قلب [illegible] کی مناسبت سے اس زمانہ کے امور یا خلیفہ کی تصدیق و تائید یا اس کے اپنے ایمان کی مضبوطی و تازگی کے لئے ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ الہٰی کلام

ینصرک رجال نوحی الیہم [illegible]

بھی اس کی تائید کرتا اور اس فلسفہ کا مظہر ہے۔ نیز المؤمن یریٰ و یُریٰ لہ بھی اسی کی تائید میں آیا ہے۔ اور ہمیشہ ہی یہ اصول صادق ہوتا چلا آیا ہے اس زمانہ میں بھی ہزاروں کو اللہ تعالےٰ نے اس شرف سے مشرف فرمایا۔ اور اس طرح صداقتوں کے قبول کی راہیں کھولیں۔ فائدہ اٹھانا نہ اٹھانا انسان کا اپنا کام ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ خاں صاحب ایک معروف شخصیت کے انسان ہیں۔ میں سمجھتا ہوں باوجود موجودہ اختلاف اور بُعد و دوری کے آج بھی وہ اس حقیقت سے تو انکار نہ کریں گے۔ کہ اُن پر بھی اللہ تعالےٰ نے قبل از وقت امر خلافت کی صداقت کھول دی تھی۔ اُن کو بتا دیا گیا تھا۔ کہ خلافت کا مستحق کون ہے۔ اور کون خلیفہ ہوگا۔ مگر افسوس انہوں نے خدا کے اس انعام سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے انکار کر دیا۔ اور اپنے دل کو بہلانے کے لئے اس کو یہ تاویل کر لی۔ کہ

"میں نے کب دیکھا تھا۔ کہ میں بھی
بیعت خلافت کروں گا"

ان کے علاوہ ایک صاحب اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اس زمانہ میں مشہور اور سرگرم انسان تھے۔ اُن کے تعلقات قادیان چھوڑ جانے والوں کے ساتھ گہرے معتقدانہ تھے۔ ایسے کہ گویا وہ انہی کے ہمنوالہ و ہم پیالہ تھے۔ انہی تعلقات کی وجہ تھی۔ کہ قیام خلافت کے ابتدائی ایام میں وہ بھی زمرۂ متردین میں رہے۔ اور بیعت خلافت کے لئے اُن کو انشراح نہ ہوا۔ مگر آخر ایک رات جب کہ ابھی پچھلا پہرہ تھا۔ کوئی رویا۔ کشف یا الہام پایا۔ جس کے الفاظ تفصیل یا کیفیت تو مجھے یاد نہیں۔ یا رہے۔ تو صرف اتنا کہ خانصاحب موصوف نہایت مضطربانہ رنگ اور از خود رفتگی کے عالم میں رات ہی کو سیدنا خلافت مآب کی چوکھٹ پر پہونچے دستک دی اور نہایت الحاح۔ عاجزی اور انکسار وادب سے التجا کی۔ کہ حضور ابھی میری بیعت لے لیں۔ مجھے قبول فرمالیں۔ مبادا دن نکلنے سے پہلے مجھے پیغام اجل آجائے۔ اور میں بحالت انکار محروم و مردود ہی چل بسوں۔ خواب تھی یا الہام۔ کشف تھا یا افہام جو کچھ بھی تھا۔ وہ تو انہی کو معلوم ہوگا مگر اتنا تو اکثر احباب کے علم میں آگیا تھا کہ انہوں نے صبح ہونے کی بھی انتظار نہ کی تھی۔ یہ اثر جس چیز کا تھا۔ وہ کتنی اہم کتنی عظیم اور کس قوت و شوکت کا رنگ رکھتی ہوگی؟ عیاں ہے۔ خانصاحب نے کس وثوق۔ یقین اور عرفان و ایمان سے کہا تھا۔

"ساری دنیا چھوڑ دے پر ہم نہ چھوڑیں گے تجھے"

مگر ہُوا کیا؟

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجالس میں اکثر یہ ذکر سننے میں آیا کرتا تھا۔ کہ فلاں جگہ فلاں مولوی نے اور فلاں جگہ فلاں کسی متمرد دشمن حق نے کہا۔ کہ اگر

"خدا بھی آسمان سے اتر کر کہے۔ کہ
مرزا سچا ہے۔ ہم تو مرزا کو تب بھی
نہ مانیں گے"

یہ تو قول ہُوا کرتے تھے۔ جن کو سنکر تعجب آیا کرتا تھا۔ کہنے والوں کی جرأت پر۔ دلیری پر اور سینہ زوری پر۔ مگر بعض ایسے بھی نکل آئے۔ جنہوں نے اپنے فعل سے بھی اُن کے ایسے قول کی تصدیق کر کے دکھا دی۔

فیا حسرۃً علی العباد

ایک مجاہد تحریک جدید کی شادی

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو تحریک جدید کے مجاہدین کی طرف بہت بڑی توجہ ہے۔ آپ ان کی تربیت اور تعلیم کا اہتمام خاص طور پر اپنی نگرانی میں فرما رہے ہیں۔ مجاہدین تحریک جدید بھی قابل صد مبارک ہیں۔ جو اس جوانی کے ایام میں یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں لینے کے بعد جبکہ دنیا ان کے سامنے مسکراتی ہوئی اور چمکدار مستقبل کے زریں خواب دکھاتی ہوئی کھڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ انہوں نے دنیا پر لات مار کر خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور خدمت دین کے خیال سے اپنے آپ کو حضرت امام کے قدموں میں لا ڈالا ہے۔

انہی مجاہدین میں سے ایک نوجوان چوہدری خلیل احمد ناصر بی۔ اے بھی ہیں یہ نوجوان خوبصورت۔ خندہ رو۔ ہشاش بشاش رہنے والا انسان ہے۔ اچھا بولتا اور اچھا لکھتا ہے۔ خدام الاحمدیہ میں پیش پیش اور دیگر قومی تحریکوں میں سرگرم نظر آتا ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات سے بھی والہانہ محبت رکھتا ہے۔ آپ کا نکاح گذشتہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء کو حضرت کی پسندیدگی سے حیدر آباد دکن میں جناب سیٹھ محمد غوث صاحب کی نور نظر سے ہُوا تھا۔ حضرت نے سیٹھ صاحب کے متعلق خطبہ نکاح کے موقعہ پر یہ الفاظ فرمائے تھے:۔

"سیٹھ محمد غوث صاحب پرانے احمدی ہیں۔ ان کے تعلقات میرے ساتھ نہایت مخلصانہ ہیں۔ ان کی بچیوں کے تعلقات بھی بہت اخلاص پر مبنی ہیں۔ ان کی بچیوں کے تعلقات میری بچیوں سے نہایت گہرے ہیں۔ غرض ان کے تعلقات ہمارے خاندان سے ایسے ہیں۔ کہ گویا وہ ہمارے ہی خاندان کا حصہ ہیں۔ ان کی بچیوں کو میں اپنی بچیاں سمجھتا ہوں۔ اس لئے نکاح گویا ہمارے ہی خاندان میں ہے"

اس سے بڑھکر سیٹھ صاحب اور آپ کے خاندان کے لئے اور عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھکر اور کون سے الفاظ ہو سکتے ہیں۔ جن سے آپ کی نیکی کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

تاہم حقیقت کے اظہار کے لئے میں یہ لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ سیٹھ صاحب حیدر آباد دکن کے ان چند بزرگوں میں سے ہیں جو سابق بالخیرات ہیں۔ سلسلہ کی ہر تحریک میں بیدریغ خرچ کرتے ہیں۔

سیٹھ صاحب نے اپنے بچوں اور بچیوں میں سب میں ایک جذبہ محبت و وفاداری ایسا پیدا کر دیا ہے۔ کہ وہ احمدیت میں ہی اپنی ہر ایک خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کے دو بڑے بیٹے سیٹھ محمد اعظم صاحب و سیٹھ معین الدین صاحب۔ ہمہ اخلاق ہیں۔ اور سلسلہ کی خدمت کے لئے خاندان نبوت اور خود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات سے ان کو ایسی محبت ہے۔ کہ وہ نوجوانوں کے لئے ایک مثال ہیں۔ سیٹھ صاحب کی سلسلہ سے محبت کی ایک ادنےٰ مثال یہ ہے۔ کہ انہوں نے باوجود اپنے تمول اور ظاہری وجاہت کے یہ نہیں خیال کیا۔ کہ وہ اپنی بیٹی کے لئے کوئی مالدار آدمی تلاش کریں۔ بلکہ انہوں نے

دین کو دنیا پر مقدم

کرتے ہوئے ایک مجاہد فی سبیل اللہ کو منتخب کیا۔ جو دنیا کی ہر ترقی کو لات مار چکا ہے۔

اور

حضرت نے بھی اس شادی کو اس قدر نوازا۔ کہ اس برات میں اپنی حرم ثانی سیدہ ام طاہر اور اپنی دو بچیوں اور اپنے لخت جگر مرزا مبارک احمد صاحب بی۔ اے مولوی فاضل کو اور ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے اور بزرگ صحابی یعنی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو بھجدیا۔ یہ تقریب رخصتانہ ہر لحاظ سے قابل ذکر ہے۔ کیا اس لحاظ سے کہ خاندان نبوت کے شاہزادے اور شاہزادیاں اس میں شامل ہوئیں۔

اور کیا اس لحاظ سے کہ امیر المومنین ثانی کے حرم ثانی نے اس تقریب میں شامل ہو کر ایک طرف

ایک مجاہد کے سر کو بلند کر دیا اور دوسری طرف سیٹھ صاحب کے خاندان کی عزت کو چار چاند لگا دیئے۔ اور اس لئے بھی کہ ایک بزرگ صحابی نے اپنی پاک دعاؤں سے اس تقریب کو برکت دی۔

بہر حال

یہ واقعہ بھی حیدر آباد کی تاریخ میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اور اس واقعہ سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی مثال ملتی رہے گی۔ خدا تعالیٰ اس [illegible] کو بابرکت کرے۔ اور جانبین کے لئے محبت [illegible] مسرت کا باعث ہو۔ جیسے سیٹھ صاحب اور ان کا خاندان باعث صد مبارکباد ہیں۔ ویسے ہی مجاہد فی سبیل اللہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بھی قابل مبارکباد ہیں۔ الحکم دونو خاندانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

بقیہ مضمون صفحہ ۵

ہوئی ہو۔ وہ احمدیت کے ساتھ اخلاص و وفا میں ترقی کرتے چلے گئے۔ اور اس رنگ میں ایسے رنگین ہوئے۔ کہ احمدیت کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کی دولت کی کبھی پرواہ نہ کی۔ اسی ۱۸۹۰ء کے رمضان میں بزمانہ تعطیلات آپ بھیرہ گئے۔ اور وہاں ایک رویا کے ذریعہ آپ پر راہ ہدایت کھل گئی۔ اور محبت و عشق کی چنگاری جو سلگ رہی تھی۔ اب وہ پوری قوت سے روشن ہو گئی۔ اور آپ قادیان چلے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی حافظ صاحب کا خاندان اس سے پہلے داخل بیعت ہو چکا تھا۔ بیعت کے بعد اس عشق و محبت کے کرشمے اپنی عملی صورت میں نظر آتے ہیں۔

احمدیت کی زندگی

آغاز جوانی تھا۔ دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کی آگ روشن ہو چکی تھی۔ اور اس طرح پر خدا تعالےٰ نے جوانی کے جذبات اور امنگوں کو ایک ایسی طرف لگا دیا۔ جو سوائے خوش نصیب اور سعادت مند ستیوں کے دوسروں کو نصیب نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود کا آغاز ہوا۔ اور ہر طرف سے تکذیب و تکفیر کا شور بلند ہوا۔ تاریکی کے فرزند ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس نور کے بجھانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ لاہور مخالفت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس زمانہ میں احمدیت کا اقرار اپنے ہاتھ سے موت کے وارنٹ پر دستخط کرنا تھا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں۔ کہ ان عقوبتوں اور مخالفتوں میں جو لطف آتا تھا اس کی یاد آج بھی دل و دماغ میں ایک تلاطم ذوق پیدا کر دیتی ہے۔ حافظ صاحب لاہور میں طالب علم تھے۔ اور کوئی موقعہ فرصت و تعطیل کا [illegible] تو قادیان کو بھاگتے۔ حضرت مکرم ڈاکٹر صادق صاحب لاہور آ چکے تھے۔ اور بارہا یہ دونو نوجوان بٹالہ سے رات کو ٹرین سے اترتے ہوئے پیدل قادیان پہنچ جاتے تاکہ علی الصباح فجر کی نماز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام [illegible]

مچھروں کے اعزاز میں جشن

ہر سال جو لنڈن میں ۱۳ مئی کو بڑے بڑے سائنسدان، تجار اور کارخانہ دار ایک بڑی دعوت میں شرکت کرتے ہیں۔ وہ کوئی اس وجہ سے نہیں۔ کہ مچھروں کی ہستی سے وہ خوش ہیں۔ بلکہ یہ دعوت تو دو دشمنان "مچھر" سائنسدانوں سر رونالڈ راس اور سر پیٹرک منسن کی یاد میں ہوا کرتی ہے۔ اپنی زندگی کے آخر ایام میں سر رونالڈ راس ہر سال بیس اگست کو اس خوشی میں دعوت کیا کرتے تھے۔ کہ اسی دن ۱۸۹۷ء ملیریا کا مچھر آپنے دریافت کیا تھا۔ آپ نے اس دن کا نام "مچھر کا دن" رکھا تھا۔ لیکن ۲۰۔ اگست چونکہ چھٹیوں کے موسم میں ہوتا ہے۔ اس لئے مجلس انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ یہ روایتی دعوت ۱۳ مئی کو منائی جائے۔ جو سر رونالڈ روس کی یوم پیدائش بھی ہے۔

ہر سال اس دعوت کے موقعہ پر بے شمار تقریریں ہوتی ہیں۔ حاضرین اس جلسہ میں ان برکات کی یاد کو جذبات تشکر کے ساتھ تازہ کرتے ہیں۔ جن سے ان سائنسدانوں نے عالم انسانیت کو بہرہ ور کیاہے ✣

ملیریا کی وجہ سے جان و مال کو جو نقصانات پہنچتے ہیں۔ ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیا یہ ڈیوڈ آدم صاحب نے نہیں بتایا ہے۔ کہ صرف برطانوی ہند میں اقتصادی نقصان کا اندازہ جو ملیریا کی وجہ سے ہوتاہے۔ ہر سال دو کروڑ سے پانچ کروڑ اسٹرلنگ تک ہے۔ ہم کو اظہار تشکر کرنا چاہیئے۔ ملیریا کے مچھر کی تحقیق اور اس کے نتائج پر یہ انہیں تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ کہ اس بیماری سے مقابلہ کے لئے ذرائع دریافت کئے گئے۔ چنانچہ آج "کونین" ملیریا کی روک تھام اور استیصال کے لئے استعمال کیا جاتاہے ✣

مجلس بین الاقوام کی کمیٹی نے جس کا قیام صرف اس لئے عمل میں آیا تھا۔ کہ ملیریا کے متعلق تحقیقات کی جائیں۔ سفارش کی ہے۔ کہ بخار کے موسم کے دوران میں ملیریا کی روک تھام کے لئے ۶ گرین "کونین" یومیہ استعمال کی جائے۔ اسی طرح ملیریا کے علاج کے لئے ۱۵ سے ۲۰ گرین تک کی خوراک کا روزانہ استعمال ۵ سے ۷ دن تک بہت کافی ہوگا ✣

ہذا "یوم مچھر" کی جشن مچھروں کے اعزاز میں نہیں ہوا کرتی۔ جیسا کہ پہلی نظر میں معلوم ہوگا۔ بلکہ یہ ان کی یاد میں ہوا کرتی ہے۔ جنہوں نے ان کیڑوں کے دفعیہ کی صورتیں ایجاد کیں۔

جوبلی نمبر کی اشاعت میں آپ میری مدد کس طرح کر سکتے ہیں

میں نے جوبلی نمبر کا کام پورے زور سے شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کی تکمیل کی توفیق دے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ پرچہ ہر طرح مفید اور پسندیدہ ہوگا۔ چونکہ اس نمبر کی ترتیب و تدوین پر بہت سا روپیہ صرف ہوگا۔ اس لئے جن احباب کے ذمہ الحکم کا بقایا ہے۔ ان کے نام میں الحکم کے وی پی اس پرچے کے بعد کرنے شروع کر دوں گا۔ میں الحکم خریداروں سے یہ امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ جوبلی نمبر کو کامیاب بنانے کے لئے ان وی پیوں کو وصول فرما کر مجھے شکریہ کا موقع دینگے

الحکم کا جوبلی نمبر

اس سال کی تمام خامیوں اور کمیوں کو پورا کر دیگا۔ وہ ایک ہی نمبر اپنی قیمت اور مواد کے لحاظ سے بیسیوں نمبر کے برابر ہوگا۔ اسلئے آپ اس نمبر کے شائع کرنے کے لئے میرے معاون و مددگار ہوں۔ اور اس کا یہی طریق ہے۔ کہ آپ الحکم کے وی پی وصول فرماویں۔ جوبلی نمبر کی متعدد کاپیوں کے خریدار بنیں۔ اس کی مفت اشاعت میں حصہ لیں۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم

الحکم کا جوبلی نمبر

اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم پر بھروسہ رکھکر میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جیسے میں نے ۷ جون ۱۹۳۹ء کے سیرت نمبر میں جوبلی نمبر کا اعلان کیا تھا۔ اس کے مطابق میں نے جوبلی نمبر کی تیاری کا کام شروع کر دیا ہے۔ یہ نمبر ۴ دسمبر تک چھپ کر تیار ہو جائیگا۔ (انشاء اللہ) اس وقت کاغذ کی گرانی اور مالی تنگی بہت بڑی روک بن رہی ہے مگر میں خدا کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے یقین رکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمام مشکلات پر عبور کرنے کی توفیق دیگا۔

الحکم کا یہ نمبر

بہت سی ایسی خوبیوں کا حامل ہوگا۔ جسے احباب بہت پسندیدگی نگاہ سے دیکھینگے۔

اس کے علاوہ

اس نمبر کو مصوّر شائع کیا جائے گا۔ میں ان احباب سے جو سلسلہ عالیہ کے فداکار ہیں۔ اور جو اپنے امام سے جاں نثاری اور اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ذکر حبیب کے ذکر سے ان کی روح میں ایک قوت اور ایک زندگی جدید پیدا ہوتی ہے۔ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس نمبر کی اشاعت کے لئے آگے بڑھیں۔ اس کی خریداری میں خود حصہ لیں۔ اور اپنے دوستوں کو تحریک کریں۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہوگا جو سالہا سال تک محفوظ رکھنے کے قابل ہوگا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سیرت و سوانح کا ایک قیمتی مجموعہ ہوگا۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں کسی قسم کے انقلاب پیدا کئے ہیں۔ ان کے زندگی کے حالات جب شائع ہوتے ہیں۔ تو ایسی کتابوں کے ہزارہا کاپیاں اور بیسیوں ایڈیشن چھپ جاتے ہیں۔ ہندوستان میں گاندھی جی اور نہرو جی کے حالات پر مشتمل کتابیں ہزارہا کی تعداد میں شائع ہوئیں۔ اسی طرح ہٹلر۔ سٹالین۔ موسولینی۔ مصطفےٰ کمال کی سوانح عمریاں ہزارہا کی تعداد میں شائع ہوئیں اور ختم ہو گئیں۔

ہمارے امام کا مقام

یقیناً ان لوگوں سے ہر رنگ میں بلند ہے۔ آپ نے قوم کے اندر جو مضبوط کیریکٹر اور روحانی زندگی پیدا کی ہے۔ اس کا تقاضا یہی ہے۔ کہ آپ کی سیرت و سوانح پر جو کچھ بھی اس تقریب پر لکھا جائے اسی بکثرت خریدا جائے۔ پس شمع ہدایت کے پروانوں کو اس مضمون کے ساتھ میں پکارتا ہوں۔ اور انہیں کہتا ہوں۔ کہ میں تمہارے محبوب کا تذکرہ تمہارے اخلاص و محبت کو بڑھانے کیلئے بطور ایک لاثانی تحفہ کے تیار کر رہا ہوں۔ اب آگے آؤ۔ اور اس تحفے کو دنیا میں پھیلاؤ۔ خود لو۔ اور اپنے دوستوں کو پیش کرو۔ جو احباب اور انجمن جتنے جتنے پرچے لینا چاہیں ابھی سے اسکی اطلاع دیدیں۔

الحکم کے ایسے خریدار جن کے بقائے صاف ہیں۔ ان کی خدمت میں بھی یہ پرچہ مفت پیش کیا جائے گا ✣

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان